سوال

(90) میت کے لئے اظہار غم کی غیر شرعی شکلیں

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید اہلحدیث تھا وہ فوت ہوگیا۔ اس کی اولاد نہ اہل حدیث ہے نہ ہی بریلوی۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام رشتہ دار بریلوی ہیں جو کہ زید کی وفات پر تیسرے دن قل کرانا چاہتے تھے۔ چونکہ زید کے بیٹے کچھ نہ کچھ اہل حدیثوں والا ذہن رکھتے تھے۔ اسلئے وہ قل، ساتے، چالیسویں وغیرہ کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے تیسرے دن بجائے قل کروانے کے ایک پروگرام بنایا جس میں ایک اہلحدیث عالم دین کو بلا کر تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کروائی اور بعد میں آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ جس پر کسی قسم کا ختم وغیرہ نہیں دیا گیا تھا۔ کیا دعوت دین کی غرض سے ایسا کرنا عالم کیلئے یا ورثاء کیلئے جائز ہے؟ کیا ایسی ہی دعوت کی غرض سے کوئی پکا اہلحدیث یا غیر اہلحدیث اس قسم کا پروگرام کروا سکتا ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مرنے والے پر نوحہ خوانی جاہلیت کا عمل ہے۔ صحیح مسلم میں ابومالک اشعری سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار چیزیں جاہلیت کے کاموں میں سے ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان میں سے ایک چیز نیاحة (بین کرنا) شمار فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوح کرنے والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کیا دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس پر گندھک کی قمیض اور خارش کا کرتہ ہوگا۔

(بخاری، مسلم، مشکوة باب البکاء علی المیت)

نوحہ ایک شکل یہ بھی کہ میت کے دفن کے بعد میت کے گھر میں اجتماع کیا جائے اور کھانا تیار کیا جائے۔ مسند احمد میں جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت ہے فرماتے ہیں:

"کنا نعد الاِجتماع اِلی أہل المیت وصنعة الطعام بعد دفنه من النیاحة"

''یعنی ہم (صحابہ کرام) میت کے گھر والوں کی طرف اکٹھ کرنا اور کھانا تیار کرنا نوحہ میں شمار کرتے تھے'' (نیل الوطار، ص۹۷، ج۴)

اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی سے صراحت آئی ہے کہ صحابہ کرام اس قسم کے اجتماع اور کھانا تیار کرنے کو نوحہ (بین کرنا) شمار کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بھی اظہارِ غم کی ایک مذموم صورت ہے جس میں اہل میت پر بے جا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ کھانا تیار کرنے کی ناروا مشقت ڈالی جاتی ہے اور بلا ضرورت تمام کام چھوڑ کر اکٹھے ہونے کا بے جا اہتمام کیا جاتا ہے۔ غیر مسلموں کو دیکھا دیکھی برسی منانے کا سلسلہ بھی اظہار غم کی ایک ایسی ہی صورت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ صحابہ کرام بلکہ خالص کفار کی رسم ہے۔ کفار کی کئی اور رسمیں مثلاً تیجا، ساتواں، دسواں، چالیسواں بھی مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہیں۔ نوبت یہاں تک آپہنچی ہے

کہ جو شخص ان رسوم میں حاضر نہ ہو اسے مطعون کیا جاتا ہے کہ اسے مرنے والے کا کوئی غم اور صدمہ نہیں ۔ چنانچہ ملامت کے خوف سے مجبوراً لوگ ان رسموں میں پہنچتے ہیں ۔

بعض لوگ نے تو میت کے گر ھا س قسم کے اجتماعات مثلاً تیجے ، ساتویں ، دسویں ، چالیسویں اور برسی کو دین ہی بنا لیا ہے ۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان دنوں میں اس طریقے سے اکٹھ کرنا ، کھانا پکانا ، مولوی صاحب کا اس پر ختم پڑھنا ، نوحہ کی ایک صورت ہونے کے علاوہ ہندوؤں کی نقالی ہے ۔ اور ان دنوں میں وہ بھی اکٹھ کرتے اور کھانا تیار کرتے ہیں جس پر ان کی پنڈت باقاعدہ اپنی کتاب پڑھتے ہیں ۔ ان حضرات کا علماء بھی ان کاموں کو کار ثواب قرار دینے کیلئے دلائل گھڑتے رہتے ہں کیونکہ عوامی دین اختیار کرلینے کی وجہ سے ان کا کام یہ نہیں کہ قرآن و سنت کے ساتھ لوگوں نے جو رسوم اختیار کر لی ہیں ، انہیں قرآن و سنت سے ثابت کریں ۔ خواہ ان کا قرآن و سنت سے دور کا تعلق بھی نہ ہو ۔

بعض لوگ جو کسی اہل حدث کے گھر میں پیدا ہوگئے مگر اتباع سنت سے اپنے آپ کو آراستہ نہ کرسکے ، نہ بدعت سے اجتناب کا جزبہ قائم رکھ سکے عجیب مشکل میں گرفتار ہیں ۔ ان رسوم میں شریک نہیں تو اپنے آپ میں اتنی ہمت نہیں پاتے کہ جاہلانہ رسوم میں بتلا حضرات مے ملامت برداشت مر سکیں ۔ یہ لوگ ان رسوم کو جائز کرنے کے لیے حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں ۔ ان میں سے ایک حیلہ یہ ہے جو آپ نے ذکر کیا ہے ۔ یہ لوگ تیسرے دن مولوی صاحب کی تقریر کروالیتے ہیں اور ساتھ کھنا کھلادیتے ہیں ۔ حالانکہ اس موقعہ پر میت والوں کے ہاں اکٹھ کرنا ، کھانا تیار کرنا اظہار غم کی ایک صورت ہے جسے صحابہ کرام   نے اس موقع پر کبھی اس قسم کا اجتماع کیا ہے نہ کھانے کا انتظام کیا ہے ۔

عورتوں میں یہ کام مردوں سے بھی زیادہ ہے حتیٰ کہ بعض اہلحدیث مدارس کی مقررہ خواتین باقاعدہ اس قسم کی مجالس میں شریک ہوتی ہیں اور اپنے خیال میں لوگوں کو قل اور ختم کی بدعات سے بچاتی ہیں ۔ انہیں معلوم نہیں کہ وہ دوسروں کو بدعت سے بچاتے بچاتے خود ایک بہت بڑے گناہ میں بتلا ہوگئی ہیں ۔ کیونکہ اس پر اجتماعی اور کھانا نوحہ کی ایک قسم ہے اور بجاے خود ایک عبادت ہے ۔

ہاں کسی کی موت کی خبرے نے پر اس کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کر کے بھیجنا سنت ہے کیونکہ اس وقت گھر والے غم و اندوہ کی زجہ سے کھنا پکانے کی طرف توجہ ہی نہیں کر سکتے ۔

((عن عبداللہ بن جعفر قال لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد اتاہم ما یشغلہم))

''عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ جب جعفر   کی موت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر   کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس ایسی چیز آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے ۔ '' رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ (مشکوۃ باب البکاء علی المیت)

امام شافعی   نے فرمایا :

" وأحب لجیران المیت اوذی قرابۃ ان یعملوا لأھل المیت فی یوم یموت ولیلۃ طعاما یشبعھم فإن ذلک وذکر کریم وھو من فعل أھل الخیر قبلنا وبعدنا لأنہ لما جاء نعی جعفر طعاما فإنہ جآء ھم ما یشغلھم))

''یعنی میں میت کے رشتہ داروں کے لئے پسند کرتا ہوں کہ وہ میت کی وفات کے دن اس کے گھر والوں کے لیے اتنا کھانا تیار کریں کہ وہ سیر ہو جائیں ۔ کیونکہ جب جعفر   کی موت کی خبر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آل جعفر کے لیے کھنا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس وہ چیز آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے '' (کتاب الام ص 317 : ج 1)

اس حدیث سے اس دن میت کے گھر والوں کے پاس آنے والے مہمانوں کا کھانا تیار کر کے بھیجنے کی ترغیب بھی ملتی ہے ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب زہ اپنے لیے کھانا تیار نہیں کر سکتے تو مہمانوں کے لیے کھانا کیسے تیار کر سکیں گے ۔ مگر اس حدیث کا مروجہ قل ساتویں وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی کھانا تیار کر کے جلسے کے نام پر تعزیتی ماتمی اجتماع کا کوئی تعلق ہے ۔ میت کے گھر والوں کے پاس تعویت کے لیے جانا بھی مسنون ہے مگر اس کے لیے باقاعدہ اجتماع کرنا اور اسی کا دن مقرر کرنا درست نہیں ۔ قدرتی طور پر جیسے جیسے لوگ آتے جائیں تعزیت کر کے واپس چلے جائیں ۔

خلاصہ یہ ہے کہ میت کے گھر میں اس قسم کا اجتماع اور کھانا نوحہ خوانی میں شامل ہے اور درحقیقت ماتمی اجتماع ہے ۔ اس لیے اس میں شریک ہونا جائز نہیں ۔ خواہ تبلیغ جین کے بہانے سے ہو کیونکہ ناجائز کام کو دین کی تبلیغ کا ذریعہ سمجھنا درست نہیں جیسے کہ آج کل اقامت دین کی دعوے دار جماعتیں قوالی ، تصویر کشی ، موسیقی ، بھنگڑے ، ڈرامے ، یوم پیدائش ، برسی وغیرہ کو اپنے خیال میں اقامت دین کے لیے استعمال کر رہی ہیں ۔ دعوت و تبلیغ کی صرف وہی صورتیں جائز ہیں جن میں کوئی شرعی قباحت نہ پائی جائے ۔ بلند مقاصد کے لیے ذرائع بھی صاف ستھرے ہونے چاہئیں ۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ج1

محدث فتویٰ